پھر بڑھاتا ہوں قدم جانب میدان سخن

۲۳

پھر بڑھاتا ہوں قدم جانب میدان سخن — اب کی کچھ اور ہی ہے صورت عنوان سخن
دست وحشت نہ ہو اب دست و گریبان سخن — عقل کے ہاتھ رہے زینت دامان سخن
صاف بتلاتا ہے معیار سخن دانی کا
باعث ننگ ہے یاں نام بھی عریانی کا

زیور عقل ہے پابندئ زنجیر سخن — ہرزہ پرہیز تو بیکار ہے اکسیر سخن
کوئی دیکھے نہ جو ہو برہنہ تصویر سخن — کبھی الجھی نہ رہے زلف گرہگیر سخن
کام ہر بزم میں کر جائے سخن ایسا ہو
سنتے ہی دل میں اتر جائے سخن ایسا ہو

جو ادب دان ہیں انھیں کے دل نایاب سخن — ہاتھ لگتے ہیں انھیں کے درنایاب سخن
اب تو دیکھو جسے وہ دیکھتا ہے جو اب سخن — گو رسائی نہیں آساں کوئی تا باب سخن
بے اصولی ہے کوئی کام بنا سکتا ہے
حد سے جو گزرے وہ منزل کہیں پا سکتا ہے

جو ہو پابند قواعد کا سخنور وہ ہے — باخبر جو ہو وہ شعر رہبر وہ ہے
جس کے جوہر ہوں عیاں صاحب جوہر وہ ہے — پائے الہام کے مضمون پیمبر وہ ہے
گو ہے دنیائے سخن جلوہ نمائی کے لئے
علم و قدرت کی ضرورت ہے خدائی کے لئے

ہاں مگر یوں کبھی نہ ہو بستۂ زنجیر سخن — کہ وہی یاد ہو جو کہہ گیا ہو میر سخن
بن کے نقال نہ شاعر کرے تحقیر سخن — پشتہا پشت رہے آئیں نہ جاگیر سخن
بن کے سلطان سخن مفت نہ غماز کرے
غیروں کے طبل علم پر نہ کبھی ناز کرے

میرے نزدیک تو لاریب غلط ہے یہ خیال — گر کسی کو نئے مضمون کا ملنا ہے محال
یہ اگر سچ ہے تو پھر گوئی کا مآل — کس لئے کیجئے استادوں کی کھیتی پامال
کیا مزا غیروں کے مضمون ہوں نام اپنا ہو
لطف کہنے کا جب ہی ہے کہ کلام اپنا ہو

طبع شاعر کو میسر ہو اگر برق دمی — فکر صائب کو نہیں تازہ مضامین کی کمی
جز خدا کے ہے ہر اک شے کی قدامت ملحوظ — کل جو تھے آج نہ افلاک وہ ہیں اور نہ زمیں
پھر وہ آتی نہیں واپس جو گھڑی جاتی ہے
ہے نئی سانس جو اک سانس کے بعد آتی ہے

غور اگر کیجئے ہر دن کا فسانہ ہے نیا — ہم اگر سمجھیں تو بلبل کا ترانہ ہے نیا
انقلابات بتاتے ہیں زمانہ ہے نیا — دیکھو نادک ہیں نئے طور نشانہ ہے نیا
سچ کہو عقل رسا کی یہ کرامات نہیں
جنگ ہوتی ہے ہوا پر یہ نئی بات نہیں

یہ نئی بات نہیں ہیں کہ ضدائیں ہیں اسیر — قفس عقل میں دنیا کی ہوائیں ہیں اسیر
بن کے تصویر حسینوں کی ادائیں ہیں اسیر — نغمے سب طائروں کے اور نوائیں ہیں اسیر
حیف ہے اتنا بھی سمجھا نہیں دانوں نے
پر پرواز نکالے ہیں اب انسانوں نے

غور اگر کیجئے تو تخیل کے ہیں فیض یہ سب — نہ خیالات ہیں جو اس کے ممکن ہے وہ کب
عرض ہمچشموں سے اپنے یہ بس اب ہے بادب — ایسی کم ہمتیاں ہائے غضب ہائے غضب
لوگ تو فکر سے چیزیں نئی ایجاد کریں
تازہ مضمون ہمیں ممکن نہ ہوں فرہاد کریں

صاف حالات بتاتے ہیں کہ دنیا ہے نئی — دل نئے ہیں تو ہر اک دل کی تمنا ہے نئی
ہیں حسیں آج نئے سیرت زیبا ہے نئی — رنگ تصنیف نیا صورت انشا ہے نئی
ہم کو مضمون میسر نہیں ہیہات نئے
جب کہ دنیا کے ہیں اس وقت خیالات نئے

جن کی تعریف میں فرمائیں رسول اکرم — سارے اشجار زمانہ کے جو بن جائیں قلم
ساوے دریا ہوں سیاہی ہوں جن و انس بہم — اور شب و روز فضائل کریں حیدر کے رقم
جب بھی بے شبہ فضائل کا ہے احصا مشکل
مدح میں ان کی ہو مضمون کا ملنا مشکل

میر ممدوح کی دل سے جو ثنا کرتا ہے — اس کی امداد رسول دوسرا کرتا ہے
خوش یہ ہوتا ہے کہ تائید خدا کرتا ہے — تو یہ ممدوح کے مضمون عطا کرتا ہے
اس میں کچھ شک نہیں ہر شخص ترا مداح نہیں
ان کا یاں ذکر نہیں دل سے جو مداح نہیں

تم کو کیا ہو گیا ہے ہوش میں اب آؤ شدید — دل میں سوچو تو اٹھائی ہے یہ کیسی تمہید
تم کہاں اور کہاں اہلِ جہاں کی تقلید — مدحتِ آلِ نبیؐ چاہیئے مانندِ رشید
گو دمِ مدح رہے رنگ زمانہ سے الگ
ہونے پائے نہ مگر اپنے گھرانے سے الگ

مدحِ حیدر ہے فروغِ چمنستانِ سخن — اس نے رحمت کے گلوں سے پر دامانِ سخن
ہے یہی جانِ سخن اور یہی ایمانِ سخن — اس سے دنیا میں بڑھی عظمتِ قرآنِ سخن
بہر بر اہلِ سخن باعثِ رفعت ہے یہی
ساری دنیائے ادب کے لئے جنت ہے یہی

زینتِ مجلسِ بزمِ اولوالالباب ہے یہ — مشتری جس کے ملک وہ درخوش آب ہے یہ
جس سے پُر نور زمانہ ہے وہ مہتاب ہے یہ — محفلِ قدس میں اول سے شرف یاب ہے یہ
مدح خواں حق بھی تھا اور دین کا سرتاج بھی تھا
عرش پر شعلہ اس کا شبِ معراج بھی تھا

ہے یہی مدحِ سخن جس سے سخن ہوتا ہے — ذکر ہو اس کا تو صحرا بھی چمن ہوتا ہے
اسی زیور سے ہر اک لفظ دلہن ہوتا ہے — خوش اسی مدح سے خلاقِ زمن ہوتا ہے
گلشنِ خلد اک ادنیٰ سا صلا ہے اس کا
موجدائے اہلِ سخن اب خدا ہے اس کا

باعثِ زینتِ مجلس ہے یہی ذکرِ حسین — اس کا ماخذ ہے جسے کہتے ہیں قرآنِ مبین
اس سے مانوس ہیں سب اہلِ فلک اہلِ زمیں — اس سے بہتر تو زمانہ میں کوئی ذکر نہیں
سخنوں میں نہیں کچھ شبہ کہ اولا ہے یہ
تو سہی آپ سخن کہہ دے کہ مولا ہے یہ

کیا ہو اس ذکرِ مبارک کے فوائد کا بیان — پاک ہوتی ہے گناہانِ گزشتہ سے زبان
اسی کے فیض سے بن جاتا ہے انسان انسان — اس سے ہوتی ہے ہر اک طرح کی مشکل آسان
آدمیت کے جو جوہر ہیں اُبھر جاتے ہیں
عقل بڑھ جاتی ہے اخلاق سنور جاتے ہیں

دولتِ علم سے بھر دیتا ہے دامن یہ ذکر — معصیت کا تو بنا دیتا ہے دشمن یہ ذکر
گوہرِ حلم و معارف کا ہے مخزن یہ ذکر — ہے رہِ ظلم کا مانا ہوا رہزن یہ ذکر
اس طرح آئینۂ دل کو جلا دیتا ہے
جلوہ معبودِ حقیقی کا دکھا دیتا ہے

مضمر اس ذکر میں لاکھوں ہیں عبادت کے سبق ذکر ظاہر کا ہے دیتا ہے طہارت کے سبق
دل سے سنئے تو ملیں لاکھ رفاقت کے سبق مرد پا جاتے ہیں جرات کے شجاعت کے سبق

آہنی قلعہ ہے پشت پناہی کے لئے
چلتی تلوار ہے میداں میں سپاہی کے لئے

کربلا میں تھے اسی ذکر کے سب دیوانے اس طرح شمع امامت کے ہوئے پروانے
دل نے عشق سے لبریز بنے پیمانے جانیں یوں دیں کہ بجھائے نہ بنے افسانے

صبر ثابت قدمی ہو گیا حصہ ان کا
سنئے اب دل سے سناتا ہوں میں قصہ ان کا

مطلع

گھر گئے جب شہ مظلوم جفا کاروں میں اور باقی نہ رہا کوئی مددگاروں میں
دفعتاً شور ہوا فاطمہ کے پیاروں میں اپنا مقصد ہے چمکتی ہوئی تلواروں میں

دیکھو وہ راہ جناں صاف نظر آتی ہے
آب سے ان کی ابھی پیاس بجھی جاتی ہے

کہہ کے یہ جانے لگے لے کے رضا بہر قتال باری باری گئے فردوس میں وہ نیک مآل
آئی افسوس یہ نوبت ہوئے قاسم پامال ایسے مضبوط ارادے تھے یہ پختہ تھے خیال

باڑہ پر خنجروں کی راہ رضا لی آخر
آب شمشیر سے پیاس اپنی بجھا لی آخر

بعد قاسم کے علمدار چلے سوئے جناں کس میں جرات کہ کرے ان کی شجاعت کا بیاں
مختصر یہ ہے گڑا جا کے ترائی میں نشاں چھین لی نہر مگر پیاس میں تر کی نہ زباں

پینا کیسا کہ فراغت سے نہا سکتے تھے
کرتے کیا نقش وفا کو نہ مٹا سکتے تھے

جانتے تھے کہ کئی روز سے پیاسے سرور تشنہ لب بچوں کے حالات بھی تھے پیش نظر
عہد طفلی سے تھے عباس وفا کے خوگر نہ پیا پھینک دیا چلو میں پانی لے کر

پیاسوں کی یاد نے داغ جگر چاک کیا
دھوئی شمشیر نہ ہاتھوں کا لہو پاک کیا

ہو گئے حضرت عباس بھی جب شہ پر فدا علی اکبر کے سوا کوئی بھی یاور نہ رہا
دمبدم کہتے تھے گھبرا کے امام دوسرا اب نگاہوں سے نہ دم بھر بھی نہاں ہو بیٹا

مضطرب قلب ہے کیا جانیے کیا ہو اکبر
اب تم ہی اک مری پیری کا عصا ہو اکبر

اے مری جان ذرا آ کے کلیجہ سے لگو ہاتھ رکھ کے مرے دل سے کہو بے تاب نہ ہو
گم کرو زلف سے منگھا کے مری اس الجھن کو میرے جانباز برادر کا جنازہ پر سے دو
خاک میں مل گئی افسوس جوانی اس کی
بیٹھ کے پاس کہو مجھ سے کہانی اس کی

بیٹے کو باتوں میں بہلا رہے تھے شاہ انام کہ کہیں رن کی اجازت کا نہ دیدے پیغام
علی اکبر کے تھے پیش نظر آداب امام دل تھا بیتاب پہ لے سکتے نہ تھے جنگ کا نام
شاہ بھی رو رہے تھے یہ بھی بکا کرتے تھے
سر جھکائے ہوئے تھے حق سے دعا کرتے تھے

میرے معبود تری ذات ہے عالم بالذات تجھ سے پوشیدہ نہیں پیش ہیں جو کچھ حالات
تجھ پہ آئینہ ہے منشائے شہ نیک صفات واسطہ احمد مختار کا رکھ لے مری بات
اس کشاکش سے کسی طرح چھڑا دے مالک
اپنی قدرت سے مرا کام بنا دے مالک

اس پہ راضی ہوں جو ہو تیری مشیت معبود دل کو تڑپا رہا ہے شوق شہادت معبود
کب ہوں مضطر پئے نظارۂ جنت معبود تو ہے واقف کہ ہے مجھے جذبۂ نصرت معبود
دم رکا جاتا ہے وہ روح الم سہتی ہے
جان دیدیجئے مظلوم شہ کہتی ہے

ہائے کیا ہوگا جو بابا نے دی مجھ کو رخصت ہیں امام ان کا جو ہے حکم وہ ہے حکم ترا
جا کے مظلوم نے خود جام شہادت جو پیا پھر جو کچھ ہوگا وہ معلوم ہے انجام اپنا
کس طرح ننگ اسیری میں سہوں گا مالک
منہ دکھانے کے بھی قابل نہ رہوں گا مالک

یہ تو آساں ہے پہن لوں گا میں طوق و زنجیر کس طرح دیکھوں گا ماں بہنوں کو پھوپھیوں کو اسیر
بیٹیاں فاطمہ زہرا کی جو ہوں کی تشہیر صبر میں کر سکوں ممکن نہیں اے رب قدیر
یہ شرف اور یہ مقام اسی زار کا ہے
یہ جگر دل تو فقط عابد بیمار کا ہے

اور بالفرض کیا تو نے مجھے صبر عطا سختیاں میں بھی تری راہ کی سب جھیل گیا
دل پہ کیا گزرے گی گر دیکھنے والوں نے کہا گو کہ قیدی یہ ہے ہمشکل رسول دوسرا
ہے جواں شیر مرد اور جنگ کے بھی قابل ہے
حیف ہے مر نہ گیا لڑ کے بڑا بزدل ہے

اس طرف حق سے دعا مانگتا تھا یہ صفدر — اور اُدھر ایک کشاکش میں تھے جان حیدر
بحر فرزند جواں شاق تھا مضطر دل پر — دم بدم کہہ رہی تھی اُلفتِ رب اکبر
آنکھوں سے اپنے گلستاں کو اجڑتے دیکھو
ایڑیاں خاک پہ بیٹے کو رگڑتے دیکھو

جب خیال آتا تھا ہمشکل نبیؐ ہوں سفری — اور ہوتی تھی سوا شدت درد جگری
دم اُلجھتا تھا کہ آجاتی تھی آنکھوں میں تری — بڑھ کے دامن سے لپٹ جاتا عشق پدری
کم جوانی کا تصور نہ تھا کاہش کے لئے
حُسن بڑھ جاتا تھا کچھ اور سفارش کے لئے

دل میں جب آتا تھا معبود کی مرضی کا خیال — کہتا تھا جوش میں وہ عاشق رب متعال
علی اکبر سے جو لاکھوں ہوں مرے ماہ جمال — راہ میں اس کی بصد شوق کرا دوں پامال
منقلب یوں مری دنیائے تمنا ہو جائے
کہ خوشی مرگ میں شادی کی ہویدا ہو جائے

دفعتاً فوج مخالف میں بجا طبل وغا — گر پڑے پاؤں پہ ہمشکل رسول دوسرا
عرض کی اب تو مجھے بھی ہو رضا رن کی عطا — شاہ چپ ہو گئے فرما کے رضیاً بقضا
ہو گئے شاد کہ ارمان دلی بر آئے
ماں سے رخصت کیلئے خیمہ میں اکبر آئے

مطلع

مُسکراتے جو محل میں علی اکبرؑ آئے — ہوا ہنگامہ کہ ہمشکل پیمبر آئے
کہہ کے یہ دوڑی سکینہ کہ برادر آئے — شور گریہ کا اٹھا رانڈوں کے دل بھر آئے
مسکراہٹ پہ جو ماں کی نظریں جانے لگیں
بجلیاں غم کی دل زار کو تڑپانے لگیں

گود میں لے کے سکینہ کو کیا خوب سا پیار — گاہ سینے سے لگایا کبھی چومے رُخسار
عرض کی اُس نے جہاں پیاس سے جینا دشوار — تم ہنسے دیتے ہو کیا بات ہے بھینا ہو نسار
صلح کرنے کیلئے حاکم شام آیا ہے
یا انہیں سے کوئی شادی کا پیام آیا ہے

ہنس کے فرمایا ہے شادی ہی کا گویا ساماں — ملنے کو آئے ہیں جاتے ہیں پے سیر جناں
ہے بہت دُور رہ منزل تری بھاوج ہے جہاں — روٹھ کے بھائی سے بولی یہ سکینہ ناداں
خیر سے بیاہ کے پیاری سی دولہن لاؤ گے
ساتھ کیا ہم کو اور اماں کو نہ لے جاؤ گے

بڑھ کے مادر نے کہا ہوش میں آؤ بی بی — سب کی جانوں پہ بنی جاتی ہے شادی کیسی
اس ہنسی میں ہیں نہاں سیکڑوں چھریاں غم کی — دم لئے لیتی ہے گھر بھر کا یہ ناحق کی خوشی
سمجھی میں باپ سے مرنے کی رضا لائے ہیں
سب کو ہنس ہنس کے رُلانے کے لئے آئے ہیں

باپ نے دے دی رضا صبر کیا ہیں وہ امام — سامنے میرے نہ لیں رن کی اجازت کا نام
سُنتے ہی مادرِ غم کی صدا وہ گلفام — باصد آداب ہوا خم پئے تعظیم و سلام
ہو کے بیتاب بڑھیں آگے دعائیں دے کے
رو کے چمٹا لیا سینے سے بلائیں لے کے

جوڑ کے ہاتھوں کو اکبر ہوئے یوں عرض رسا — کب میں کہتا ہوں کہ دیجے مجھے مرنے کی رضا
یہ گزارش ہے کہ میدان میں ہیں بابا تنہا — دور ہی کیا ہے اگر گھیر لیں آکر اعدا
ہو نہ ایسا کہیں کچھ نوع دگر ہو جائے
آپ کی فاطمہؑ سے نیچی نظر ہو جائے

میں تو ہوں حکم کا پابند کہ ادنیٰ ہوں غلام — آپ گاہ ہیں مومن پہ جو ہے حق انام
آپ کے پیش نظر سب ہیں اصول سلام — زندگی موت ہے مظلوم کے آئے جو نہ کام
کچھ کہوں اور بھی مقدور بھلا کیا میرا
تجھ کو اب آپ ہی بتلائیں فریضہ میرا

رو کے چلائیں میں اس تیری فصاحت کے نثار — یہ دلائل یہ ادا اور یہ پیاری گفتار
تیرے دم سے ہے مرے باغ تمنا میں بہار — مری جاں دیر مناسب نہیں اب جلد سدھار
صبر دے پالنے والا یہ دعا کرتی ہوں
دلبر فاطمہؑ پر تجھ کو فدا کرتی ہوں

دے تو دی میں نے رضا خیر جو ہونا تھا ہوا — اتنا کہتی ہوں مری تمھیں کیا قدر بھلا
ہوتے گر صاحب اولاد تو بے شک ہوتا — جو مرا حال ہے اس وقت کہوں کیا بیٹا
مامتا صبر کے قابو میں کہتی آتی ہے
آہیں کیوں کر نہ کروں کوکھ جلی جاتی ہے

تجھ سا خوش رو و حسین تجھ سا جواں خوش گفتار — عابد و زاہد ذوی عقل و حلیم و دیندار
نیک و خوش خلق و سخی عالم امیر ابرار — صاحب صولت و اقبال بہادر جرار
جس سے چھٹتا ہو بھلا صبر اُسے کیونکر آئے
ماں ہوں ماں ہائے کلیجہ نہ مرا پھٹ جائے

ناگہاں ہو گئی یہ حضرت زینبؑ کو خبر ماں سے بھی لے لی رضا جاتے ہیں مرنے اکبرؑ
دل تڑپنے لگا بے ساختہ دوڑیں اٹھ کر تھیں یہ بیہوش گری جاتی تھی سر سے چادر
آکے چلائیں کہ دل چین نہیں لینے کا
واہ بھائی تمھیں کیا حق تھا رضا دینے کا

جان دی جوگ گنوا کے انھیں پالا میں نے کی ہیں اٹھارہ برس محنتیں کیا کیا میں نے
اپنی اولاد سے بڑھ کے انھیں سمجھا میں نے صدقہ جو ان کے لئے ڈھائی ہے دنیا میں نے
کیسی کرتی ہوں میں رو رو کے قیامت دیکھیں
بھائی تو دیکھ کے انھیں ان کی اجازت دیکھیں

دن کو دن انکی محبت میں نہ سمجھی میں حزیں ان کی زلفوں کی قسم جاگ کے راتیں کاٹیں
سوچ کے دل میں کہ پاس ان کو مرا خاک نہیں نکلی جاتی ہے مرے پاؤں تلے نیچے سے زمیں
میری خفگی کا انھیں دھیان نہ آیا ہے ہے
پالنے والی کا حق کیسے بھلایا ہے ہے

مجھ سے پوچھا بھی نہیں باندھ لی مرنے پہ کمر صبح سے دیکھ رہی ہوں کہ ہے کچھ اور نظر
ان کو کیا ہوتا بھلا یاس و لحاظ مادر بخشوانا تھا کہو دودھ چلے آئے جو گھر
شوق جنت میں جو کچھ دل میں تھا وہ کر جائے
رن کو سچ کہتی ہوں باہر ہی سے باہر جائے

آبدیدہ ہوئے سن کے یہ پھوپھی کی تقریر جوڑ کے ہاتھ کہا مجھ سے ہوئی تو تقصیر
آپ بیٹی ہیں سخی کی میں اک ادنیٰ سا فقیر بخش دیجے مجھے للہ بحق شبیرؑ
بقسم کہتا ہوں ہرگز میں خطا کو نہ نہیں
اب وہ بابا کا ہے عالم کہ مجھے ہوش نہیں

سامنے آنکھوں کے لائے گئے انصار تمام قاسم و عون و محمد نے پیا موت کا جام
جب سے بے جان ہوئے عباس چچا عرش مقام نام لے کے انھیں کرتے ہیں ہر لحظہ امام
نہیں موقوف کچھ اس شاہ کے شیدائی پر
غیر بھی روتے ہیں شبیر کی تنہائی پر

تھام کے ٹوٹی کمر دیتے ہیں جس وقت صدا کوئی مجھ بیکس و مظلوم کا ناصر نہ رہا
کیسے سوتے ہو ترائی میں خبر لو بھیا کیا کروں عرض جو ہو جاتا ہے عالم دل کا
ہیں وہ مضطر جو جفاؤں پہ جفا کرتے ہیں
میں تو اولاد ہوں دشمن بھی بکا کرتے ہیں

تھیں یہ باتیں کہ امام آئے محل میں ناگاہ — دیکھ کے سوئے پسر دل کو پکڑ کے کی آہ
پھر کہا دیر مناسب نہیں اے غیرت ماہ — بڑھتی آتی ہے سوئے خیمہ سپاہ گمراہ
امت جد پہ بس اب جان کو وارو بیٹا
سب سے مل لو تو پے جنگ سدھارو بیٹا

مڑ کے اکبر نے پھوپھی سے کہا اب حکم ہے کیا — بولیں جو مرضیٔ معبود رضاً بقضاً
سنکے یہ ملنے لگا سب سے وہ خورشید لقا — ہو گیا خیمہ میں اک شور قیامت برپا
ان کے تھے بین ملے خاک میں ارماں اکبر
ہر طرف شور تھا اللہ نگہباں اکبر

سب سے مل جل کے چلے تھے کہ کیا شہ نے خطاب — دیکھو اصغر کو لئے آتی ہیں ملنے کو رباب
سنکے یہ اکبر مہرو جھکے بہر آداب — بولیں وے دیکے دعائیں کہ ہے دل غم سے کباب
ہائے کچھ ہم پہ نہ بچے پہ ترس کھاتے ہو
سب کو اس حال میں تم چھوڑے چلے جاتے ہو

ان کے دھڑکے میں ہوئی جاتی ہو نیں دیوانی — تین دن ہو گئے قطرہ نہیں پایا پانی
جان اصغر کی کسی طرح بچا لو جانی — تم پہ قربان ہو نیں سعی کرو امکانی
کہہ کے رخصت ہوئے تسلیم بجا لاتا ہوں
پانی ہوتا ہے میسر تو لئے آتا ہوں

نکلے خیمے سے جو ہمشکل نبی عرش جناب — ہنہنانے لگا ایسا ہوا مسرور عقاب
ابھی پہونچا ہی تھا نزدیک فرس وہ مہتاب — دی صدا شاہ نے میں تھا نے آتا ہوں کاب
کوئی خادم نہ سہی یہ پدر پیر تو ہے
اے جواں شیر ترا عاشق دلگیر تو ہے

سن کے یہ شہ کی صدا کاتب گیا وہ گلفام — کر کے تسلیم چڑھا رخش پہ وہ عرش مقام
گھوڑا سمجھا مری معراج میں اب کیا ہے کلام — ہیں یہ ہمشکل نبی اور ہیں فرزند امام
ہے علی نام ولی حق کے مقرر ہیں یہ
مجھ کو پہنچائیں گے اللہ تک اکبر ہیں یہ

مطلع
ہاں قلم جلوۂ ہمشکل پیمبر دیکھا — جس کی مشتاق نگاہیں وہ منظر دیکھا
روشنا کسی سے شب زلف معنبر دیکھا — طور قرطاس پہ برق رخ انور دیکھا
جس پہ ہر اہل دلا دل سے فدا ہو جائے
وہ سراپا ہو کہ محبوب خدا ہو جائے

حبذا زلفِ سیہ تاب کا وہ پیچ و خم — جس کا پرتو ہے فقط پردۂ ایوانِ حرم
ہاتھ لگ جائے اگر اس کی چمک تم سے کم — شبِ ظلمات میں ہو صبحِ جناں کا عالم
سایہ تک ابرِ صفت باغوں کو شاداب کرے
چھوٹ ہر ذرہ کو خورشیدِ جہاں تاب کرے

نورِ چشم و دلِ مادر ہے سیاہی اس کی — آج ہے مملکتِ عشق میں شاہی اس کی
صاحبِ عقل ہر اک دے گا گواہی اس کی — حافظِ حسنِ نبی پشت پناہی اس کی
نظرِ بد سے ہر اک گام بچا لیتی ہے
دمبدم چہرۂ روشن کی بلا لیتی ہے

رات ہے رات مگر دن سے بھی ہے نورانی رات — لیلۃ القدر کہیں جس کو وہ ایمانی رات
جس پہ صدقے شبِ معراج سی عرفانی رات — جس کی اللہ قسم کھائے وہ قرآنی رات
فرض ہم کو بھی اب اس زلف کی پابندی ہے
یہ بھی منجملۂ آیاتِ خداوندی ہے

جس کے پھندوں میں دلِ شاہ ہے وہ دام ہے زلف — صبحِ جنت کی خبر دیتی ہے وہ شام ہے زلف
گو سیہ ہے پہ چراغِ رہِ اسلام ہے زلف — غور اگر کیجئے تو مخبرِ انجام ہے زلف
نورِ عرفاں سے ہر اک قلب کو بھر دیتی ہے
سب کو تاریکیٔ تربت کی خبر دیتی ہے

رات بھر شوق سے لیلیٰ نے سنواری یہ زلف — بنتِ زہرا کو دل و جان سے ہے پیاری یہ زلف
حسن کے باغ میں ہے فصلِ بہاری یہ زلف — ابرِ رحمت ہے کہ ہے قدرتِ باری یہ زلف
کرتا ہے کسبِ ضیا مہرِ جہاں تاب اس سے
باپ کا گلشنِ امید ہے شاداب اس سے

بخدا مخزنِ اسرارِ خدا ہے سرِ پاک — معدنِ علم ہے اور برجِ وفا ہے سرِ پاک
عرشِ دنیائے جسد کہیئے وہ چاہے سرِ پاک — منزلِ اوج ہے رفعت کی بقا ہے سرِ پاک
کیا عجب زانوئے احمد پہ یہ ہو آج کی رات
اور یہ زلفِ سیہ تاب ہو معراج کی رات

ابر میں بدر ہے زلفوں میں نہیں پیشانی — ہے عیاں چشمۂ ظلمات میں گویا پانی
اس کے پرتو سے ہوا مہر مبیں نورانی — سارے آئینوں کا یہ ہے سببِ حیرانی
صاف کہتا ہے قلم صفحۂ قرآنی ہے
لوحِ محفوظ کا پرتو یہی پیشانی ہے

صاف ماتھے پہ جو ہے سجدۂ خالق کا نشان — اس کی تعریف میں مداح کی قاصر ہے زباں
صحنِ کعبہ میں ہیں گویا کہ رسولِ دو جہاں — ہوتا ہے جلوۂ معبودِ حقیقی کا گماں
آج پھر معرکہ طور نظر آتا ہے
دیکھئے جس کو وہ بے ہوش ہوا جاتا ہے

یہ نشان ہے فلک حسن پہ ماہ کامل — یا کہو چشمۂ حیواں میں خضر کی منزل
کی ہے یا حضرت یوسف نے ترقی حاصل — ساتھ فرزند کی الفت میں ہے یا شاہ کا دل
اس کے بیماروں علی بھی مسیحا سمجھیں
دیکھیں گر حضرت موسیٰ ید بیضا سمجھیں

علی اکبر کی ریاضت کا ثمر ہے یہ نشاں — وہ جہاں جس سے منور وہ قمر ہے یہ نشاں
ہاتھ اک نور کا دریا ہے گہر ہے یہ نشاں — ماں کا دل سبطِ پیمبرؐ کا جگر ہے یہ نشاں
بہنوں اور پھوپھیوں کے جینے کا سہارا ہے یہ
چاہنے والیوں کی آنکھوں کا تارا ہے یہ

ہے یہ وہ آنکھ ہے ایمان کی تنویر اس میں — جلوہ گر احمدؐ و حیدرؑ کی ہے تصویر اس میں
ہاں سمائے ہوئے ہیں شبّر و شبیر اس میں — ہے نہاں مصحفِ معبود کی تفسیر اس میں
منبعِ بحرِ معارف ہے یہ وہ قطرہ ہے
بسم کے نیچے جو دیا جاتا ہے وہ نقطہ ہے

جو اُسے دیکھ لے وہ اہلِ بصیرت ہو جائے — منکشف سورۂ والنجم کی صورت ہو جائے
ابھی بالفرض جو خالق کی مشیت ہو جائے — دوش پر آکے یہی مہرِ نبوت ہو جائے
جو تھا فاران پہ وہ نور دوبارہ چمکے
پھر سے اسلام کی قسمت کا ستارہ چمکے

ہے شبیہ شہ لولاک سراسر خوشبو — اور علی نام ہے حاصل نہ ہو کس طرح علو
عرش پیمائی انور ہے نہیں اس میں غلو — قابَ قوسین کی سرحد ہے کمانِ ابرو
تھا جو معراج میں پردہ جو اٹھا جاتا ہے
جتنا امکان ہے حق آج نظر آتا ہے

ہے بس اب مصحفِ عارض کی تلاوت کا محل — ترک کس طرح کیا جائے یہ ہے خیر عمل
دونوں یہ نخلِ تمنائے شہ دیں کے ہیں پھل — سامنے ان کے ہے ہر سیب بہشتی جنظل
سونگھ لے گر تنِ بیجان میں بھی جان آتی ہے
روح انھیں دیکھ کے پیغامِ بقا پاتی ہے

ہیں یہی پھول جو ہیں رونق بستان شباب — ان کی تنویر سے کامل ہوا ایمان شباب
ان کی خوشبو سے ہے مہکا ہوا داماں شباب — ہیں یہی دونوں واق معنیٔ قرآن شباب
سبزۂ خط کی جو تحریر نظر آتی ہے
خط گلزار میں تفسیر نظر آتی ہے

میں ثنا کر رہا تھا عارض رنگیں کی شدید — کہ اٹھائی دل پُر کیف نے طرفہ تمہید
وہی صہبا ساقیٔ کوثر کو باندازِ جدید — وہ پلا مے جو ہوئی ہو ان ہی لبوں سے کشید
سب سے خوش رنگ جو مئے ہے ترے میخانے میں
جو بھری ہے دلِ شبیرؑ کے پیمانے میں

شب کو لیلیٰ نے جو پی شمع جلا کر وہ شراب — جس کو آنکھوں سے پیا جاگ کے شب بھر وہ شراب
جس سے سرشار ہیں بنت شہ خیبر وہ شراب — پی رہی ہیں جسے رو رو کے برابر وہ شراب
لب سرور پہ تری جس سے غم و یاس میں ہے
جس سے لبریز صراحیٔ گلو پیاس میں ہے

جس کے نشہ نے کیا خاتمۂ شر وہ شراب — خیر سے جس نے بھرا دہر کا ساغر وہ شراب
جس کے مستوں کو ملے گی مئے کوثر وہ شراب — جو بعینہٖ ہے مئے حسب پیمبر وہ شراب
صبر شہ جس سے ہر انسان کو تسلیم ہوا
جس سے فرزند نبی فخر براہیم ہوا

تشنگی جس کا چھلکتا ہوا اک جام وہ مئے — حریت کا جو ہمیں دیتی ہے پیغام وہ مئے
جس کو آنکھوں سے پئیں ہم سحر و شام وہ مئے — در حقیقت جو ہے سرمایۂ اسلام وہ مئے
اشک دیدار وں کے ہیں جس کی نشانی ساقی
جس نے ایمان کو بخشی ہے جوانی ساقی

جس پہ دل سے ہے فدا حسن کی دنیا وہ شراب — جس کی حوران بہشتی کو تمنا وہ شراب
جس کا ہر صحبت یوسف میں ہے چرچا وہ شراب — جو کہ ہے حضرت عیسیٰ کی مسیحا وہ شراب
جس کے پینے کی شریعت میں نہیں حد ساقی
جس کے ساغر میں ہے تصویر محمدؐ ساقی

ہے جو زخم دل شبیر کا انگورا وہ مئے — باپ کی آنکھوں کا جو لے گئی سب نور وہ مئے
رنگ رخ پیتے ہی جس کے ہوا کافور وہ مئے — جس نے مئے نوشیوں کا بدلا ہے دستور وہ مئے
قابل قدر ہے تو قدر بھی کی جاتی ہے
ساقیا ہاں وہی آنکھوں سے جو پی جاتی ہے

جس کا نشہ تھا حسین ابن علی کو وہ شراب جو کہ تھی نرگس شہ خوش خو وہ شراب
پیاس میں آنکھوں سے مظلوم نے پی جو وہ شراب ساقیا تجھ پہ میں صدقے ہوں عطا ہو وہ شراب
پیاس بھڑکی کہ نہ پھر رک سکی حاشا جس سے
کھینچ کے برچھی کا پھل لگ گیا کانٹا جس سے

یعنی دے بادہ عشق علی اکبر ساقی ہاں اسی سے مرا پیمانۂ دل بھر ساقی
مشغلہ اس سے نہیں ہے کوئی بہتر ساقی دامن چشم اسی مے سے ہے تر ساقی
رووں میں یاد اگر تشنہ دہانی آئے
کھول کے دل پہ جب سامنے پانی آئے

ظلم بھڑکا رہے ہیں ظلم کے بانی ساقی معترض بحث میں تشنہ دہانی ساقی
روکے رکتی نہیں اشکوں کی روانی ساقی سوز غم خوں کو کئے دیتا ہے پانی پانی
صبر کا معرکہ نظروں سے گرا جاتا ہے
پیاسوں کی محنتوں پر پانی پھرا جاتا ہے

اے شدید آپ کو لازم نہیں یاں طول کلام آپ بے علم و ہنر ہیں علماء کا ہے یہ کام
کہہ کے دو بند ادا کر دیا کچھ حق امام پڑھ کے اس بیت کو اب مرثیہ کر دیجئے تمام
عمر بھر روئیے احمد کے نواسے کے لئے
جان دیدیجئے شبیر سے پیاسے کے لئے

مزار شدید

اندرون

کربلائے تالکٹورہ زنجیری پھاٹک

کے

داہنی طرف

ہے